ڈاکٹر شبیر احمد قادری

استاد شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

اُردو تذکروں میں تذکرہ نگار شعرا کے ذاتی احوال

Dr. Shabbir Ahmed Qadri

Department of Urdu, G.C. University Faisalabad.

Self Portrayal of Poets in their Urdu '*Tazkra*'

Tazkaray (biographical accounts) are considered the primary source for research in literary, poetic and linguistic areas of Urdu language. The writers of *Tazkaray* have beautifully high lighted and astutely commented on the main aspects of the artistic skills and expertise of their contemporary literary figures and their predecessors. The researchers' and scholars have always benefited from these biographical accounts and enriched their inquiry and analysis with the insights of *Tazkara* writers. In this article the author has explored the self portrayal of some Tazkara writers and presented his views on their self-representation.

کسی بھی شخصیت کو سمجھنے یا حصولِ معلومات کے لیے خودنوشت سے بڑھ کر شاید ہی کوئی ذریعہ ہو۔ خودنوشت میں زندگی کے متوازن اور غیر متوازن دونوں ذائقے موجود ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف نے خودنوشت میں اپنی زندگی کے صرف انھی گوشوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہو جس سے اس کا امیج خراب نہ ہو۔ حالی نے بائیوگرافی کریٹیکل طریقے [1] سے لکھنے کی جو اہم بات کی ہے اس تناظر میں اب تذکرہ نگاروں کی اپنے بارے میں لکھی گئی ان مختصر تحریروں کا تنقیدی جائزہ لینا بے حد ضروری ہے، اس کے باوجود کہ تذکرہ نگاروں نے اپنے احوال و اذکار میں ''کریٹیکل طریقہ'' سے کام نہیں لیا۔ شاید اس لیے کہ یہ بائیوگرافی نہیں بلکہ آٹو بائیوگرافی کی ایک صورت تھی۔ ظاہر ہے اپنے بارے میں بتاتے ہوئے اکثر کھل کر بات نہیں کی جاتی۔ اپنی زندگی کے بہت سے گوشوں کی نقاب کشائی نہیں کی جاتی اور اسے انسانی کمزوری کہنا چاہیے کہ وہ ہمیشہ خود کو نیک

پاک ظاہر کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ سلیم اختر نے درست لکھا ہے کہ ہر شخص خود کو ایک خاص رُوپ میں دیکھتا ہے۔ اسے ایک ایسی نفسی تصویر سے مشابہ قرار دیا جاسکتا ہے جس کے نقوش میں کھلی آنکھ کے سپنوں اور فینٹسی نے رنگ بھرا ہوتا ہے۔ بالعموم یہ تصویر حقیقت سے دُور ہی ہوتی ہے۔ (۲)

خودنوشت سوانح عمری کے اوّلین آثار اُردو تذکروں میں ملتے ہیں۔ تذکروں میں تذکرہ نگاروں نے دیگر شعرا کے ساتھ ساتھ اپنے احوال بھی بیان کیے ہیں۔ یہ احوال و آثار اِن تذکرہ نگاروں کی حیات اور فکر و فن کے اوّلین ماخذ اور حوالے ہیں۔ ان تذکرہ نگار شعرا کے حوالے سے ہونے والے تنقیدی و تحقیقی کام کی بنیاد یہ تذکرے ہی ہیں۔ تواریخِ ادبِ اُردو بھی ان تذکروں اور تذکرہ نگاروں کے ذِکر سے تہی نہیں ہیں۔

اُردو کا پہلا تذکرہ ''نکات الشعرا'' ہے جو ۱۷۵۲ء میں لکھا گیا۔ میر تقی میر کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ اُردو کا پہلا تذکرہ ان کے ذہنِ رسا کی تخلیق ہے۔ تذکرہ نویسی میں انھوں نے اس فن کے متعدد رنگوں کو نمایاں کیا ہے۔ ''خدائے سخن'' کے مانند میر کو ''خدائے تذکرہ'' (اُردو) کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ آیئے دیکھتے ہیں ''نکات الشعرا'' میں میر اپنے بارے میں کیا کہتے ہیں:

''فقیر حقیر میر محمد تقی میر مؤلف ایں نسخہ، (۳) متوطن اکبرآباد است، بسبب گردش لیل و نہار از چندے در شاہجہاں آباد است۔''

بعدازاں میر نے اپنے اکاون شعروں کا انتخاب جزوِ تذکرہ بنایا ہے۔ یہ انتخاب اس لیے اہم ہے کہ میر نے خود ترتیب دیا ہے۔ انتخاب میں شامل اشعار کو ''شاعر کے شعر، شاعر کی پسند'' کے زمرۂ خاص کا نام دیا جا سکتا ہے۔ چند اشعار یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

سیر کے قابل ہے دِل صد پارہ اس نخچیر کا
جس کے ہر ٹکڑے میں ہو پیوستہ پیکاں تیر کا

مت کر عجب جو میر ترے غم میں مر گیا
جینے کا اس مریض کے کوئی بھی ڈھنگ تھا!

جو اس شور سے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کوئی کیوں کے سوتا رہے گا

ٹک دیکھ آنکھیں کھول کے اس دم کی حسرتیں

جس دَم یہ سوجھے گی کہ یہ عالم بھی خواب تھا

کہاں آتے میسر مجھ کو تجھ سے خودنما اِتنے
بحُسنِ اتفاق آئینہ تیرے رُوبرو ٹوٹا

پَل میں جہاں کو دیکھتے میرے ڈبو چکا
ایک وقت میں یہ دیدہ بھی طوفان رو چکا

''مخزنِ نکات''، ''نکات الشعرا'' کے بعد (عہد میرکا) ایک بے حد اہم تذکرہ ہے جس میں اوّل الذکر کے خلاف ردِّعمل بھی ملتا ہے۔(۴)

عجز وانکسار کا یہ عالم کہ خود کو ''آلودۂ انواع جرائم''(۵) لکھا ہے۔ ''مخزن نکات'' ایک ایسے پُرفتن عہد میں لکھا گیا

جب ہر جانب افراتفری اور انتشار ظاہر ہو رہا تھا۔ ایسے وقت کو قائم نے غنیمت خیال کیا اور تذکرہ لکھنے کا فیصلہ کیا:

فرصت را غنیمت انگاشتہ مصمم ساخت کہ لختی از روزنامچۂ اعمال و برخی از جریدۂ احوال سخن وران متقدم و حال بقید قلم درآوردہ در حالتِ جدائی انیس تنہائی سازو۔ بالجملہ بعد جد بسیار و کدِ بیشمار ترقیم ابیات و تصحیح حالات ہر کدام میسر گردید و این طیلسانِ ہزار مروارید بدین ہیئت مجموعی در نظر ارباب بصر جلوہ گری بخشید۔(۶)

قائم چاند پوری کے منتخبہ اشعار میں سے یہ رنگ ملاحظہ ہو:

دِل پا کے اس کی زُلف میں آرام رہ گیا
درویش جس جگہ کہ ہوئی شام رہ گیا
قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے جا کر کہاں کمند
کچھ دُور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا
نے تجھ پہ وہ بہار رہی اور نہ یاں وہ دِل
کہنے کو نیک و بد کے اِک الزام رہ گیا(۷)

میر حسن نے ''تذکرہ شعرائے اُردو'' میں اپنے اجداد، حلقہ تلمذ اور ان شعرا کا ذِکر کیا ہے جن سے وہ متاثر ہوئے:

ایں عاجز سخن را سر رشتۂ شاعری اجدادی ست نہ امروزی حاصل کہ از صغر سن میلانِ طبیعت ایں فقیر بہ طرف سخن بیشتر بود، بارے حق تعالیٰ در ایں فن کم وبیش موافق ظرف استعداد و قبولیت بخشید، اصلاحِ سخن از میر ضیا سلمہ اللہ گرفتہ ام، لیکن طرزِ اُوشان از من کما حقہ سرانجام نہ یافت، برقدمِ دیگر بزرگان مثل خواجہ میر درد و میرزا

رفیع سوداو میر تقی پیروی نمودم (۸)

میر قدرت اللہ قاسم کا تذکرہ دو نمایاں خوبیوں کا حامل ہے۔ ایک تو اس تذکرہ کو امام المحققین حافظ محمود شیرانی نے مرتب کیا دوسرے یہ کہ یہ آزاد کے تذکرہ ''آبِ حیات'' کا بقول حافظ محمود شیرانی ''ایک اہم ماخذ ہے''(۹) بہر حال میر قدرت اللہ قاسم نے ''مجموعہ نغز'' میں اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

> تخلص ایں [ہیچ میداں] سراپا نقصان خاک پائے طلب ائے جہان خوشہ چین شعرائے صاحب زبان عاصی بانواع المعاصی کمتر از ہر دالی و قاصی نامہ سیاہ یکسر گناہ سیّد ابوالقاسم عرف میر قدرت اللہ قادری است غضر اللہ [لہ ولو] لا یہ واحسن الیہما والیہ سلسلہ علیہ نسب آبائے کرام واجداد ذوی الاحترام کہ یکے از ایشاں سیّد اسمٰعیل غور بندی است قدس سرہ و دیگرے سیّد فاضل [گجراتی] رُوح اللہ رُوحہ کہ مزار فیض آثار فائض الانوار ایں بزرگوار دَر گجرات حضرت شاہ دولہ علیہ الرحمتہ والغفر ان بحملہ آہن گراں واقع شدہ و تا الیوم [مر] جع خاص و عام آں دیار است یزار و یتبرک بہ بجناب امامت انتساب حضرت [امام] موسیٰ [رضا] سلام اللہ علیہ وعلیٰ آباءٔ الکر [اُم میر سد] اوقات شریفہ [ہمگی ایں بزرگان] ان بہ ترک و تجرید و توکل و تفرید و درس و تدریس و تعلیم و تعلّم بسرمی شدو ایں احقر اگرچہ از بدو شعور بخدمت سراپا برکت اہلِ علم و صاحب دِل مانند زبدۃ الواصلین مولانا محمد فخر الدین قدس [اللہ سرہ] و مرجع طلاب جہاں مولوی خواجہ احمد خاں نور اللہ مرقد ہم شتافتہ کسب علوم عقلیہ و اکتساب فنون نقلیہ می کرد اما بنا بر عدم مساعدۃ ایام و ناموافق بخت نافرجام بر جادۂ اجداد عالی مقام نتوانست رفت یک چند از خدمت با رفعت شریف الحکما رئیس الاطبا خلاصہ فضلائے زماں حکیم محمد شریف خاں مدظلہ وسلمہ ربہ استفادہ فن شریف طبابت نمودہ ایام بسر میکند وہم از اِبتدائے سن تمیز خیال شاعری در سر [داردو] استحصال طرز ایں فن جلیل القدر در آں او ان از جناب ہدائت انتساب اُستاد صاحب درائت ہدایت اللہ خاں [ہدائت] عفی اللہ عنہ نمودہ تا الیوم ہفت ہزار بیت تخمینا [از] انواع سخن رطب و یابس در دلوان فراہم آمدہ بیرون از مثنوی در بحر مثنوی مولوی معنوی رحمتہ اللہ فریب۔۔۔ ہزار و پنج صد بیت معراج حضرت خیر الانام علیہ والہ التحیۃ والسلام و [مثنوی دیگر در] بحر بوستان شیخ شیراز بہ بخشد د میر اخدائے بے نیاز قریب پنج ہزار و دو صد بیت در کرامات حضرت ذوالسانین امام الفریقین محبوب سبحانی غوث صمدانی رضی اللہ عنہ بر صفحہ روزگار ثبت نمودہ وعزم بالجزم نظم غزوہ بدر پیش نظر دارد بشرط خیریت و مساعدۃ زندگی انشاء اللہ تعالے از کتم غیب بمنصۂ ظہور جلوہ گرمی شود۔ (۱۰)

اقتباس خاصا طویل ہے مگر اسے بغیر کسی توقف کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قاری کو قاسم کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل ہو سکیں۔ یوں بھی قاسم نے اپنے حوالے سے کسی پہلو کو تشنہ نہیں رہنے دیا۔

میر قدرت اللہ قاسم نے اپنے تعارف کے بعد 33 قطعات اور دو مستزاد کے بعد 222، اشعار شامل تذکرہ کیے ہیں۔ ان اشعار کے مطالعہ سے قاسم کے ہاں موضوعات کے تنوع کے ساتھ ساتھ قدرتِ کلام کا بھی علم ہوتا ہے۔ حافظ

محمود شیرانی کا یہ کہنا درست معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب کا شمار چوٹی کے شعرا میں نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے کلام کا جوہر مشاقی اور روزمرہ کی صفائی ہے۔ کثرتِ مشق نے کلام کو پختگی کی حد تک پہنچا دیا ہے مگر ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ شاعری اس میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ اُن کے 'پُرگو ہونے میں کوئی شبہ نہیں یہاں قاسم کے اپنے منتخبہ چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں:(۱۱)

جہاں میں آن کر یارو زمین و آسماں دیکھا
وہی آیا نظر ہم کو غرض ہم نے جہاں دیکھا
(مجموعہ نغز، ص ۹۳)

قرار و صبر اور تاب و طاقت نہوں مسافر تو کیا کریں پھر
پیام آیا نہ نامہ آیا نہ قاصد آیا نہ یار آیا
(مجموعہ نغز، ص ۹۳)

یہ کہیے اب کہ بھوں پڑے آج کس طرف
اس طرف بارے آپ کا کیونکر گزر ہوا
(مجموعہ نغز، ص ۹۵)

اودھر ہی اب لگی رہتی ہیں آنکھیں رات دِن قاسم
تکا کرتا ہے تو کیوں رخنۂ دیوار کیا باعث
(مجموعہ نغز، ص ۹۷)

سر بسر قول تیرے اے بت خود کام غلط
دِن غلط ، رات غلط ، صبح غلط ، شام غلط
(مجموعہ نغز، ص ۱۰۱)

اُردو کی کلاسیکی شاعری میں غلام ہمدانی مصحفی اپنی گونا گوں خوبیوں کی بنا پر اہم شاعر تصوّر کیے جاتے ہیں۔ آٹھ دیوان اور تین تذکرے یادگار چھوڑے ہیں۔

مصحفی نے ''ریاض الفصحا'' (تذکرہ ہندی گویاں) میں اپنے مفصل تعارف کے اِبتدائی حصہ میں اپنی تعلیم اور شاہجہاں آباد سے اپنے تعلق کو ظاہر کیا ہے۔ علاوہ ازیں اپنی تصانیف اور عربی، فارسی اور ہندی (اُردو) سے لگاؤ کی بابت بتایا ہے:

من کہ شیخ غلام ہمدانی مصحفی تخلص اُم احوالِ حسب ونسبم از کتاب مجمع الفوائد معلوم نمائی چوں پیش ازیں تذکرۂ فارسی و ہندی جمع کردہ ام سبب بریں تالیف کثرتِ موزونانِ دیارِ لکھنؤ کے بالفعل آبادیٔ شاہجہاں آباد بپاسنگِ اُونمی رسد، شد۔ اگر از تحصیلِ علمی من پرستی گویم بتو کہ تکمیلِ فارسی ونظم ونثرِ آں بہ شاہجہاں آباد درسی سالگی بخوبی میسر آمدہ بود درایامیکہ جلائے وطن کردہ دریں دیار تازہ آمدہ قیام درزیدم علمِ عربی یعنی طبیعی و آگہی وریاضی از مولوی مستقیم سکنہ گوپامؤ شاگردِ مولوی حسن خواجہ تاش مولوی مبین عالم العلما خواندہ ام وبینیدی صدرا رابلا شدہ وقانونچہ راازمولوی مظہر علی کہ درصرف ونحوثائی ایشاں کم پیدا می شود دریافتہ۔ غرض آخرِ عمراز فضل الٰہی بہ عربیت وتفاسیر قرآنِ مجید مایہ بہم رسانیدم کہ تصنیفِ دیوانِ عربی راارادہ می کردم نیز صورت می بست بلکہ قریبِ یک جزوغزلیات ویک دوصد قصیدہ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ گفتہ بودم جزوِ مسودہ صاف کردہ برطاقِ بلند افتادہ بود بہ سبب نم زدگی باراں ارضۂ قوت خودنمودہ پارہ کاغذ کرم خوردہ و پارہ سلامت برآمد مضمون بستۂ آں نظم از دست رفت۔ دوسہ مقاماتِ حریری کہ مع شرح داشتم وجزوے بسواد ہم دادم از مولوی عنایت محمد شاگردِ خود کہ قصایدِ عرفی از من خواندہ اند، دیدہ ام وازاں کتاب محاورہائے زباں عرب را اندکے دریافتہ اگر زمانہ فرصت داد باتمامش می رسانم۔ معنی متنِ قرآن را بے احتاجِ تغیر حرف بہ حرف بہ سینہ دارم۔ اکثر کتابہائے عربی مثل مختصر ومطول بیک مطالعہ من آسان می شوند وہیچ مطلبے غامض تر از فکر من در پردۂ اختفا نمی ماند۔ ایں نقص راکہ عربی داں نہ بودم دریں شہر از خود دفع نمودم۔ نقص دوم ناآشنائی علمِ عروض وقافیہ بمطالعہ چند شبے عروض ہائے اُستاداں گزشتہ در عرصۂ قلیل بدور انداختم وخود ہم عروضے مختصر تالیف نمودم ونام آں خلاصۃ العروض گزاشتم الحمدللہ کہ ہر چہ مقصود من بود حاصل شدہ ایں ہر دو زبانِ فارسی و ہندی از ایام شباب مثلِ غلام وکنیر شب و روز پیشِ من کمر بستہ حاضر می مانند۔ اما در عربی چنانکہ دل می خواہد مزاولت باقیست۔ (۱۲)

اُردوئے ریختہ کے حوالے سے مصحفی رقم طراز ہیں:

۔۔۔قریب صد کس امرزادوغریب زادہا بحلقۂ شاگردیٔ من آمد باشند وفصاحت و بلاغت را از من آموختہ و محاورہ فارسی کتاب مفید الشعرا کہ تالیف کردہ ام ازاں برتو مرتبۂ فارسی دانیٔ من روشن خواہد شد۔ ایں ہمہ شیرینی کہ در ریختہ دارم طفیل فارسی است اگرچہ الحال مرا ننگ می آید از نوشتنِ اشعارِ فارسی و ہندی خود۔ دریں جلدمی خواستم کہ اشعارِ عربی بنویسم خردم بانگ برمن زد کہ چوں نامے دریں فن برآوردہ از نوشتن شعر عربی چہ حاصل، کہ می داند و کہ می فہمد۔ چوں زبانِ فارسی از بے علمی صاحبانِ زمانہ رو در نقاب اختفا دارد طبیعت ہا بیشتر متوجۂ ریختہ انداز دامنِ قبول ایں گل ہائے شگفتہ را ریختن و بدرختانِ خار دارِ عربی آویختن عقلِ صلاح اندیش رخصت نہ دید، ناچار بفتوائے رائے صایب از رطب ویابسِ کلامِ فارسی و ہندی ہر چہ مناسب دیدم بہ تحریر خامۂ وقائع نگار درآوردم بزیورِ قبولِ سامعانِ سخن سنج مجلّٰی وآراستہ و بحصولِ پذیرائی طبائع معنی دوست محلے باد۔ (۱۳)

اپنی آخری عمر کے امداد و مشاغل کے حوالے سے مصحفی لکھتے ہیں:

سنہ عمرم تا الی الیوم قریب ہشاد رسیدہ باشد اکنوں دِل از دُنیا برکندہ جز یادِ الٰہی و مصروف بودن بہ نماز و روزہ چیز لے دیگرنمی خواہد اُو سبحانہ عاقبت بخیر کناد۔(۱۴)

انتخاب اشعار کے ذیل میں مصحفی نے اپنے ۱۶۵ اشعار اور ۴۲ ہندی شعر نذرِ قارئین تذکرہ کیے ہیں۔ ان میں غزلیں بھی شامل ہیں۔ ایک ہندی غزل کے چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں:

یہ تو کہاں کا فرش مشجر ہے اور ہم
انجامِ کار خاک کا بستر ہے اور ہم
لے جا کے نامہ بیٹھ رہا اُس گلی کے بیچ
آوے گر اب کے واں سے کبوتر ہے اور ہم
جا کر اسیرِ فتنہ ہوئے اُس گلی کے بیچ
ہنگامہ ایک حشر کا سر پر ہے اور ہم
دِل نذر کر چکے ہیں پری وش کے ہوسو ہو
اے مصحفی اب آگے مقدر ہے اور ہم (۱۵)

''تذکرہ عقدِ ثریا''(۱۶) میں مصحفی کا ترجمہ دو اڑھائی سطور سے زیادہ نہیں ہے:

مؤلف ایں مجموعہ فقرِ حقیر غلام ہمدانی کہ مصحفی تخلص میکند او را نیز لازم آمد کہ در ردیفِ میم اشعار خود را ہم زینت ِ تذکرہ نماید تا بدیں واسطہ داخلِ حلقہ مجلسِ یاراں باشد۔(۱۷)

دوسری جانب ''ریاض الفصحا''، میں مصحفی نے اپنے کوائف و احوال تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

قدرت اللہ شوق نے ''تذکرہ طبقات الشعرا'' میں اپنا تعارف سب سے آخری صفحات پر کرایا ہے اور یہ بات ان کے عجز و انکسار کی غماز ہے۔ تعارف بھی چار پانچ سطروں سے زیادہ نہیں ہے۔ شوق لکھتے ہیں:

محمد قدرت اللہ صدیقی شوق متوطن موضع موی عملہ قصبہٗ کا برتوابع سرکار سنبھل، این چند ابیات واہیات از نتائج فکر ناقص ایں مؤلف است، اگرچہ قابلِ نوشتن و درج نمودن کتاب نبود فاما محض برائے خاطر داشت بعضے یاراں و داخل شدن در زمرۂ پنج سواراں نوشتہ شد، اُمید کہ بہ نظر ہر صاحب سخنے کہ در آید از نظر شفقت بکشاید و بدعائے خیر یاد نماید۔(۱۸)

بعد ازاں شوق نے اپنے ڈیڑھ سو سے زیادہ اشعار کا انتخاب نذرِ قارئین کیا ہے۔ چند اشعار دیکھیے:

نہ جانے کس ارادے پر وہ تیر و کماں نکلا

پھر اب بن ٹھن کے گھر سے فتنہ آخر زماں نکلا
مرا دِل ہاتھ میں کر شوخ اب پانوں سے ملتا ہے
یہ جنس بے بہا میری کا کیا ہی قدرداں نکلا (۱۹)

عبدالغفور نساخ نے ''قطعہ منتخب'' میں اپنا صرف یک سطری ترجمہ پیش کیا ہے جس سے اُن کے احوال وافکار کے بارے میں قاری کو خاطر خواہ معلومات نہیں ملتیں۔

نساخ تخلص، جامع اوراق، ہیچ میرز، عبدالغفور غفرلہٗ ذنوبہ (۲۰)

''قطعہ منتخب'' میں شعرا کے تعارف کے بعد ان کے قطعات نقل کیے ہیں۔نساخ کا قطعہ ملاحظہ ہو:

بے وفائی سے رقیبوں کی ہے پچھتاتا کیا
معتبر آگے کبھی قول کسی کا نہ ہوا
تم مری باتوں کو مجذوب کی بڑ جانتے تھے
کہیے جو میں نے کہا تھا وہ ہوا یا نہ ہوا (۲۱)

نورالدین خاں رضوی فائق نے اپنے تذکرہ ''مخزن شعرا'' میں اپنی ذات اور فکر وفن کے میلانات کی نقاب کشائی یوں کی ہے:

فائق تخلص ایں ضعیف ونحیف اگر چہ فقر دریں فن رغبتے و مَیلِ خاطر نمیداشت۔ گاہ گاہے بعدِ انفراغ از طالب علمی بتحریکِ محبانِ صادق واحیائے موافق فکرِ سخن میکرد۔ نمیخواست کے خود را بزمرہ نکتہ پرورانِ نامی ودقیقہ سنجانِ گرامی درآ ردا مانظر باینکہ دقیقہ شناسانِ روشن قیاس وروشن قیاسانِ دقیقہ شناس بمقتضائے نفسِ سلیم خطاپوش وطبعِ حلیم عذر نیوش بے بضاعتاں را معائبِ خطانمی کنند و داخفائے معائب می کوشند افکار موہومہ خود را معروض می دارد۔ (۲۲)

بعدازآں فائق نے اپنے ۲۹ راشعار بھی درج کیے ہیں۔

نواب محمد مصطفیٰ خاں شیفتہ ''گلشنِ بے خار'' میں اپنے ترجمہ کے ذیل میں عجز وانکسار سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

شیفتہ تخلصِ راقمِ آثم استاز کم وزنی ہانمی خواست کہ بہ زمرۂ موزوناں بہ شمار آید، امابہ اُمیدِ کرم کہ عیب را ہنر پندارند وخطا را صواب انگارند۔ (۲۳)

یہاں شیفتہ نے فارسی کے دوشعر درج کیے ہیں:

شنیدم کہ در روزِ اُمید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

تو ہم اربدی بنی اندر سخن
بہ خلقِ جہاں آفریں ، کارکن

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے شیفتہ کہتے ہیں:

وپیش از عرضِ افکار تقریباً گزارشِ کیفیتِ خود می نماید کہ فقیر از آوانِ صبا بہ شغل منوط بودہ اکثرے [کذا] عمر گرامی را رایگاں داد۔ چوں ربط بہ ایں فن از دیگر اشغالِ عالیہ وفنونِ شریفہ بازمی دارد، اکنوں دیرگاہ است کہ سروکارم نیست۔ مگر بہ تحریک محفلیاں گاہے از وارداتِ جدیدہ اتفاق می افتد وآں ہم بعد سالے نہ کہ ماہے، وچناں کہ پاسِ ہجوم ولہ مشتاقانِ ریختہ وقتے بہ غور وفکرِ ریختہ مضطرمی کند ہم چناں رعایتِ جوشِ شوقِ آرزومندانِ پارسی گاہ عنانِ دِل بہ پارسی می کشد (۲۴)

شیفتہ کو یہ تعلّی زیب دیتی ہے کہ:

درمراتب سخن اگرچہ ادائے خاص بامن است، اماطبع باہرروش چناں مناسب افتادہ کہ بہ ہرشیوۂ سخن می کنم کہ ہمانا طرزِ خاصِ من است، وایں سخن رااگر مجموعہ نظم ونثرِ من بینی مسلّم می داری وہرآں چہ درقدسی خمخانہ بخشِ من داشتند، ازدستِ ساقیِ مصطبۂ سخن مومن خاں بہ کاسہ ام ریختند۔ (۲۵)

شعروادب سے اپنے لگاؤ اور مومن خاں مومن کی شاگردی پر فخر کا اظہار کرنے کے بعد شیفتہ نے اپنے شعروں کا انتخاب بھی شامل تذکرہ کیا ہے۔ اشعار کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب ہے۔ یہاں پہلے تین شعر نقل کیے جاتے ہیں:

کوئی بے جان جہاں میں نہیں جیتا، لیکن
تیرے رنجور کو جیتے ہوئے بے جاں دیکھا
تم نے کیا جانیے کس ذوق سے دی جاں دمِ قتل
کہ بہت اُس نے ستم گر کو پشیماں دیکھا
ایک نالے میں ستم ہائے فلک سے چھوٹے
جس کو دُشوار سمجھتے تھے سو آساں نکلا (۲۶)

قادر بخش صابر دہلوی نے اپنے آپ کو ایک منکسر المزاج شخص کے طور پر متعارف کرایا ہے۔ تذکرہ نگاروں کے ہاں اس نوع کا انکسار اور عجز کم ہی دِکھائی دیتا ہے:

صابر تخلص ہے، ہیچ شناس مکتب دانش، ناشناسائے کشور بینش، راقم اوراق پریشاں، قادر بخش ہیچ فہم ہیچمداں کا کہ مثلِ دھان خوباں ہیچ اور مانندِ زُلف محبوباں دِل شکستہ ہے۔ بہ رنگ نقش قدم نارسا اور بسانِ موجِ آب وارستہ ہے۔ اگر بسترِ خواب پر پاؤں پھیلائے، بکمال لاغری سے کلیم دیدۂ مور کا طول اُس سے دو چند نظر آئے اور اگر راہ سعی میں قدم اُٹھائے، نہایت ناتوانی سے توہم حرکت کی لیاقت اس کا ایک اعجاز شمار کیا جائے۔ اس

کی رسائی کونقش قدم کے ساتھ دعوے ہمسری اور اس کی سعی کو موجِ سراب سے لاف برابری۔ضعف کی اعانت سے رنگ پریدہ کو اس کے حق میں حکم فلاحن اور جوش وحشت سے فراخی صحرا اُس کے قدم کے سامنے تنگیٔ دامن۔آہ اگر اس کے لب سے بلند نہ ہوتی، کرہ نار کا کیوں کر اثبات ہوتا اور اشک اگر اس کی آنکھ سے نہ گرتے، ابر سرمایۂ گوہر سے کس طرح تونگر ہوتا؟ شفق ایک قطرہ ہے اس کے خونِ جگر کا، سحاب ایک ٹکڑا ہے اس کے دامنِ تر کا، گریہ اس کی آنکھ کی بہ دولت باآبرو، نالہ اس کے لب کے طفیل آسمان سے دُوبدو، اگر اس کی خاک اکسیر نہیں تو بادِ صبا کو اس قدر جستجو کیوں ہے؟ اور اگر اس نے اس کے دانت کھٹے نہیں کیے تو رقیب اس کے سامنے چیں بہ ابرو کیوں ہے؟ فغاں جب اُس کے سینے میں آیا، کیا سے کیا ہو گیا اور نالہ جب اس کے لب سے گزرا، برق بلا ہو گیا۔اگر یہ عاشق مزاج نہ ہوتا،عشق و ہوس میں کیا تمیز ہوتی؟ اور اگر یہ خون دِل سے گُل افشاں نہ ہوتا، خاک چمن کیوں کر گل خیز ہوتی؟ (۲۷)

یہ تعارف رفتہ رفتہ ''نثری تعلّی'' کی شکل اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔خاص طور پر اس وقت جب وہ اپنے کلامِ بلاغت نظام کا ذِکر کرتے ہیں۔

تیرے دیوان میں بنائے سخن کی متانت ایسی ہے کہ نقش مسطر اس کے اثر سے گویا پتھر کی لکیر ہے اور طراوت الفاظ اس طرح کی کہ مدسطور اس کی تاثیر سے بعینہٖ موج آب کی تحریر ہے، نظم کا مرتبہ ایسا بلند کہ نظر جب تک دوش فکر پر متمکن نہ ہو اس کے ادنیٰ پائے پر پہنچ نہ سکے اور نثر کی دست گاہ ایسی وسیع کی نگاہِ مطالعہ جب تک وحشت عاشق سے تیزیٔ رفتار وام نہ لے، ابدتک اس میدان سے قدم باہر نہ رکھ سکے۔ (۲۸)

اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ ان تذکرہ نگاروں کے ذاتی احوال (جو انھوں نے خود لکھے ہیں) پر اظہارِ خیال کیا جائے۔اس سے ان کی اپنی ذات، آباؤاجداد، اساتذہ، قلم و قرطاس سے اُن کی جُڑت کے اساسی محرکات اور میلانات سے متعارف ہونے کا موقع ملتا ہے۔اِن احوال سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ وہ کس نوعیت کے سیاسی اور سماجی ماحول میں رہتے ہوئے شاعری کی مانگ کو سیندور سے آراستہ کر رہے تھے۔تذکرہ نگار شعرا کے نفسیاتی اور ذہنی مسائل کیا تھے، اس کے بارے میں بھی کھل کر نہ سہی، خوابیدہ انداز میں ضرور علم ہوتا ہے۔اس لیے کہ اپنے عہد کی اخلاقی اقدار کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے وہ اِس اَمر کے پابند تھے کہ ناگفتنی باتوں کو ناگفتنی رہنے دیں۔ڈاکٹر سلیم اختر رقم طراز ہیں:

ہماری قدیم سیرت نگاری (جس کا ادبی رُوپ تذکرہ نگاری میں ملتا ہے۔) کا انداز انکشافات کا نہیں بلکہ اخفا کا تھا۔اس نے جس روایت کو جنم دیا اس کے باعث شخصیت نگاری میں انسانی خامیاں، کرداری کمزوریاں اور بوالعجبیاں وغیرہ نظر نہیں آتیں، چہ جائیکہ جنسی زندگی کے کوائف معلوم ہو سکیں۔ (۲۹)

یعنی تذکرہ نگاروں نے بہت کچھ کہہ کر بھی بہت کچھ ادھورا چھوڑ دیا ہے۔نیک اور پاک طینت دِکھائی دینا کسے اچھا نہیں لگتا، سو تذکرہ نگاروں کے ہاں بھی یہ میلان پایا جاتا ہے۔

تذکرہ نگاروں کے ادب و لسانیات پر دیگر احسانات کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک ناقابلِ فراموش احسان ہے کہ

انھوں نے اُردو میں خودنوشت تحریروں کی وہ بنیاد رکھی جس پر مابعد اربابِ فکر ونظر نے دِلکش اور مرعوب کن عمارتیں کھڑی کر دیں ہیں۔

حوالہ جات/حواشی

۱۔ مولانا الطاف حسین حالی لکھتے ہیں:

''ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ کسی شخص کی بائیوگرافی کریٹیکل طریقے سے لکھی جائے۔اس کی خوبیوں کے ساتھ اس کی کمزوریاں بھی دِکھائی جائیں اور اس کے عالی خیالات کے ساتھ اس کی لغزشیں بھی ظاہر کی جائیں۔''

(حالی،الطاف حسین،حیاتِ جاوید،لاہور: آئینۂ ادب،۱۹۸۵ء،ص۱۳)

اور اس کے برعکس جو بائیوگرافی لکھی گئی ہو وہ حالی کی نظر میں ''چاندسونے کے ملمع سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔''

(ایضاً،ص۱۳)

۲۔ سلیم اختر،ڈاکٹر،نفسیاتی تنقید،لاہور: مجلس ترقی ادب،باراوّل،۱۹۸۶ء،ص۲۹۵

۳۔ میر تقی میر،نکات الشعرا،مرتبہ: مولوی عبدالحق،اورنگ آباد دکن: انجمن ترقی اُردو،طبع ثانی،۱۹۳۵ء،ص۱۵۴

۴۔ میر تقی میر کے مانند قائم چاند پوری نے بھی پہلا تذکرہ نگار ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔قائم چاند پوری رقم طراز ہیں کہ:

برضمیر مرتنویر سخن طرازان ہندوستان وطوطیان شکر شکن این بوستان مخفی ومحتجب نماند کہ تاالآن در ذکر و بیان اشعار و احوال شعرای ریختہ کتاب تصنیف سخنوران این فن سطری بہ تالیف نرسیدہ۔ بنا بر این فقیر مؤلف محمد قیام الدین بعداز کوشش تمام وسعی مالا کلام دواوین درذیل این بیاض کہ مؤرخ موسوم بہ 'مخزن نکات' است بہ قید قلم درآوردہ'' (مخزن نکات،ص۰۲)

۵۔ قائم چند پوری،تذکرہ مخزن نکات،مرتبہ: ڈاکٹر اقتدا حسن،لاہور: مجلسِ ترقی ادب،۱۹۶۶ء،ص۲۰۰

۶۔ ایضاً،ص۲۰۱ ۷۔ ایضاً،ص۲۰۲

۸۔ میر حسن،تذکرہ شعرائے اُردو،مرتبہ: مولانا محمد حبیب الرحمٰن خان شروانی،دہلی،۱۹۴۰ء،ص۵۴۔۵۳

۹۔ محمود شیرانی،حافظ،دیباچہ،مجموعہ نغز،مرتبہ: حافظ محمود شیرانی،لاہور: پنجاب یونیورسٹی،۱۹۳۳ء،ص ج

حافظ محمود شیرانی نے دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ آزاد نے آبِ حیات میں ''مجموعہ نغز'' سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔محمود شیرانی نے ولی، ناصر علی، شاہ مبارک آبرو، مکھن پاکباز، شیخ شرف الدین مضمون، آرزو، سودا، محمد شاکر ناجی، شاہ حاتم، اشرف علی خاں فغاں، میرزا جان جاں مظہر، قائم علی اُمیدوار، بقاء اللہ خاں بقا، میر تقی میر، محمد امان نثار، مرزا محمد تقی خاں ترقی، میر حسن، میر ماشاء اللہ خاں، انشاء، عظیم بیگ، نواب امین الدولہ یمین الملک ناصر جنگ عرف مرزا میڈھو وغیرہ کے ذیل میں ''مجموعہ نغز'' اور ''آبِ حیات'' کے تراجم کا موازنہ کر کے حقِ تحقیق ادا کیا ہے۔ایک مثال ملاحظہ ہو:

ولی اور ناصر کے درمیان شاعرانہ تعلّی کا قصہ ص۹۳ آبِ حیات، شاہ مبارک آبرو کے حالات اور اشعار متفرق، مکھن پاکباز کا ذِکر ص۹۷، شیخ شرف الدین مضمون کا حال اور اشعار ص۱۰۲، آرزو کا ذِکر اور اشعار ۲۲۔۱۲۱، آرزو کی بدیہہ شعر خوانی ص

۱۲۳، سودا کے شعر کو حدیثِ قدسی کہنا ص ۱۷۲، محمد شاکر ناجی کے حالات اور نادر شاہ سے جنگ کے متعلق ان کے خمسہ کے دو بند اور متفرق اشعار ص ۱۰۵، شاہ حاتم کے بیشتر اور اشرف علی خاں فغاں و یکرنگ کے کمتر حالات و اشعار ص ۱۰۷، اسی تذکرہ سے منقول ہیں۔ (محمود شیرانی، دیباچہ، مجموعہ نغز، مج، ہل)

۱۰۔ قاسم، قدرت اللہ، میر، مجموعہ نغز، مرتبہ: محمود شیرانی، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۳۳ء، ص ۹۳-۹۲

۱۱۔ محمود شیرانی، حافظ، دیباچہ، مجموعہ نغز، ص لہ

۱۲۔ مصحفی، غلام ہمدانی، ریاض الفصحا، مرتبہ: مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، دکن: انجمن ترقیِ اُردو، بار اوّل، ۱۹۳۴ء، ص ۸۷-۲۸۶

۱۳۔ ایضاً ص ۸۸۔ ۱۴۔ ایضاً ص ۲۸۸

۱۵۔ ایضاً ص ۲۹۳

۱۶۔ تذکرہ عقدِ ثریا، مولوی عبدالحق نے مرتب کیا۔ یہ تذکرہ پہلی بار ۱۹۳۴ء میں انجمن ترقیِ اُردو، اورنگ آباد دکن کی جانب سے جامع برقی پریس دہلی کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔ یہ تذکرہ فارسی شعرا کے احوال و اشعار پر مشتمل ہے۔

۱۷۔ مصحفی، غلام ہمدانی، عقدِ ثریا، اورنگ آباد دکن: انجمن ترقیِ اُردو، ۱۹۳۴ء، ص ۵۷

۱۸۔ شوق، قدرت اللہ، تذکرہ طبقات الشعرا، مرتبہ: نثار احمد فاروقی، لاہور: مجلس ترقیِ ادب، ۱۹۶۸ء، ص ۲۴-۶۲۳
نثار احمد فاروقی مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ اس تذکرے میں شوق نے خود اپنے بارے میں بھی کچھ نہیں لکھا۔ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ فنِ شعر میں کس کا شاگرد ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے جن میں امیر مینائی اور پنڈت کیفی شامل ہیں۔ اسے قائم چاند پوری کا شاگرد بتایا ہے۔ (ص ۲۴-۲۳)

۱۹۔ ایضاً ص ۶۳۸

۲۰۔ نساخ، عبدالغفور، قطعہ منتخب، مرتبہ: انصار اللہ نظر، کراچی: انجمن ترقیِ اُردو، بار اوّل ۱۹۷۴ء، ص ۴۷
انصار اللہ نظر نے حاشیہ میں نساخ کی ولادت ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۳ء (شمس الضحیٰ۔ بحوالہ گنج تواریخ ص ۸۵) بتائی ہے اور یہ بھی بتایا ہے ان کا پورا نام وہ میرزا ابو محمد عبدالغفور خالدی متخلص بہ نساخ تھا وہ ڈپٹی مجسٹریٹ و ڈپٹی کلکٹر ضلع راجشاہی رہے۔ (حاشیہ، قطعہ منتخب، ص ۴۷)

۲۱۔ ایضاً ص ۵۷

۲۲۔ فائق، نورالدین خاں رضوی، قاضی، مخزنِ شعرا، مرتبہ: مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، دکن: انجمن ترقیِ اُردو، ۱۹۳۳ء، ص ۸۱

۲۳۔ شیفتہ، محمد مصطفیٰ خاں، نواب، تذکرہ گلشنِ بے خار، مرتبہ: کلب علی خاں فائق، لاہور: مجلس ترقیِ ادب، ۱۹۷۳ء، ص ۲۸۶

۲۴۔ ایضاً ص ۲۸۷ ۲۵۔ ایضاً ص ۲۸۷

۲۶۔ ایضاً ص ۸۸-۲۸۷

۲۷۔ صابر دہلوی، قادر بخش، تذکرہ گلستانِ سخن، جلد دوم، مرتبہ: خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور: مجلس ترقیِ ادب، بار اوّل، ۱۹۶۶ء، ص ۱۰۴ ۲۸۔ ایضاً ص ۱۰۶

۲۹۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، نفسیاتی تنقید، لاہور: مجلس ترقیِ ادب، بار اوّل ۱۹۸۶ء، ص ۸۶-۲۸۵